ڈاکٹر صفدر محمود کی خدمت میں

ڈاکٹر صاحب نے جنگ 28 جنوری 2016ء اپنے کالم میں مخیّر حضرات کی ان مالی قربانیوں کا ذکر جمیل کیا ہے جو وہ ملک میں غربائے امت کی مدد کیلئے کر رہے ہیں مگر...... آخر میں حیرت کا اظہار فرمایا ہے کہ اتنی منظّم کوشش کے باوجود غرباء کے دلاّ ر دُور کیوں نہیں ہوتے اور غربا بھوکے، ننگے کیوں جیتے اور بے علاج کیوں اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ ہم خود بھی اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ اپنی جماعتی حیثیت میں کرتے ہی رہتے ہیں مگر غربت کسی طور قابو میں نہیں آتی اور سوچتے رہتے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہے اور اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ تمام رفاہی اور سرکاری کوششوں کا مشن یہ ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلایا جائے۔ ننگے کو لباس پہنا دیا جائے۔ مریض کا علاج کرا دیا جائے۔ بے مکان کو گھر بنا دیا جائے۔ مگر پیٹ سرکاری یا رفاہی لنگر سے سیر ہو کر چھ گھنٹے بعد پھر خالی ہو جائے گا۔ لباس دو چار ماہ بعد پھٹ جائے گا اور غریب پھر ننگا ہو جائے گا۔ سرکاری یا رفاہی ہسپتال سے شفایاب ہونے والا غریب مریض، کبھی پھر بیمار ہو سکتا ہے تو گویا غربا ہمیشہ غربا ہی رہیں گے اور مستقل طور پر مخیّر حضرات کے محتاج رہیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ واقعہ ضرور پڑھا ہو گا کہ کوئی سوالی کسی مخیّر کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کچھ مانگا تو ایک نے اس کا لکڑی کا پیالہ جو اس کی واحد ملکیت تھا، مجلس میں بولی لگوائی اور اس کی قیمت سے اسے کلہاڑا خرید نے اور جنگل سے لکڑیاں کاٹنے اور بیچ کر اپنا رزق خود کمانے کی راہ سمجھائی۔

ہماری تجویز ہے اور غربت مٹانے کی راہ ہے کہ غربا کو مستقل طور پر غربت کی ابتلاء سے بچانے کیلئے مخیّر حضرات، غرباء کی کسی منظّم طریقے پر نقدی مدد اور عقلی راہنمائی کریں کہ وہ ان کی اعانات وعطیات سے اپنے کاروبار کی ابتدا کر سکیں اور اس آزمائش سے نجات پا سکیں۔ ان میں احساسِ ذمہ داری پیدا کرنے کیلئے قرضِ حسنہ دینا یعنی بلا سود قرض دینا اور کاروبار شروع کرنے میں ان کی مدد اور راہنمائی کرنا، غربت مٹانے کا سچا طریقہ ہے۔ یہ قرض حسنہ قابلِ واپسی ہو تو اس سے بھی اچھا ہے تا کہ ان میں خود اعتمادی پیدا ہو۔

موجودہ بے نظیر انکم سپورٹ جیسے پروگرام یا ایدھی کے لنگر خانے جن میں حال ہی میں ملک ریاض نے بھی قابلِ لحاظ اضافہ کر دیا ہے رات کو خالی پیٹ بھرتے رہیں گے جو صبح پھر خالی اور سوالی ہوں گے۔ یوں قوم میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو جائے گا جس کا ہاتھ ہمیشہ نیچے رہے گا اور دینے والے ہاتھ تھک جائیں گے۔

اس مسئلہ کا ایک اور پہلو بھی ہے کہ کچھ لوگ گداگری کو ایک منافع بخش ذریعہ روزگار بنا بیٹھے ہیں جنہوں نے شہروں اور آبادیوں میں اپنے اپنے حلقے بانٹ رکھے ہیں۔ یہاں ایسے اپاہج بھی ہیں جو کرائے پر دیئے جاتے ہیں بلکہ کچھ بیچے بھی جاتے ہیں اور ان کے سفید پوش مالک دُور بیٹھے ان پر نظر رکھتے ہیں اور شام کو انہیں نہلا دھلا کر اچھے ہوٹلوں سے اچھا ڈنر بھی کراتے ہیں اور خود ان کی کمائی پر پلتے اور گلچھرے اُڑاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اس سلسلے میں کوئی مربوط جدوجہد کریں تو قرض حسنہ دینے والے ادارے قائم ہو سکتے ہیں جہاں سے ہلاکت زدہ لوگوں کو اپنی بگڑی بنانے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے اور نیچے والے ہاتھ کی جگہ اوپر والا ہاتھ بننے کا موقع مل سکتا ہے۔

ضلع جہلم کا مردِ کہستانی

یہ ہولناک انکشاف کہ دہشت گرداب ملک کی گہرائی میں کہاں تک آ گئے ہیں، قومی انسدادی تدابیر میں مزید تدبر، مزید تدبیر اور مزید سرعت کا متقاضی ہے۔ ضلع جہلم میں مین لائن، (Main Line) پر ڈومیلی کی پہاڑیوں میں خطرناک اسلحہ، گرنیڈ بارودی مواد سمیت دہشت گرد کو جہلم کے مرد کہستانی نے تاک کر، موٹروے پولیس کو مطلع کیا جس نے دیگر حساس ایجنسیوں کی مدد سے دہشت گرد کو جالیا جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کے بعد متعلقہ پولیس کی تعریف واجب ہے۔ لیکن جس مردِ کہستانی نے اسے تاکا، اس کی آنکھیں قومی احساس ذمہ داری کے تحت کھلی تھیں۔ اگر اسی طرح ہر محبّ وطن پاکستانی اپنی آنکھیں کھلی رکھے تو دہشت گردی کا انسداد یقیناً ہو سکتا ہے۔ یہ شخص راعی ہے مگر اپنے غنم اور قومی غنیم پر برابر نظر رکھتا ہے۔ حکومت کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضور اقدس ﷺ نے دشمن کی حرکات وسکنات اور عزائم کا لحہ بہ لحہ علم حاصل کرنے کیلئے جاسوسی کا زبردست اہتمام کر رکھا تھا۔ حکومت پر واجب ہے کہ قومی شاہراہوں، اہم قومی تنصیبات اور ریلوے ٹریک کی اطراف وجوانب میں آباد دیہاتی عوام میں اس ضمن میں آگہی کی مہمات جاری کرے تو مثبت نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

گرانی کی شرمناک مثال

گراں فروش ہمیشہ سے ہی اپنی پیدا کردہ گرانی کو باربرداری کے اخراجات میں اضافہ کا اثر کہتے ہیں